توحید اور قرآنی واقعات
خطبہ
حضرت مولانا مفتی عبدالغفار مدظلہم
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم خاران
مرتب
محمود خارانی

توحید اور قرآنی واقعات

تالیف

حضرت مولانا مفتی عبد الغفار دامت برکاتہم

رئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم خاران

مرتب

محمود خارانی

الفلاح کتب خانہ

کالج روڈ خاران، بلوچستان

نام کتاب... توحید اور قرآنی واقعات

تالیف:... حضرت مولانا مفتی عبد الغفار دامت برکاتہم

مرتب:... محمود خارانی

ناشر: ... الفلاح کتب خانہ، کالج روڈ خاران، بلوچستان

فہرست مضامین

پیش لفظ

بروز جمعہ 20 اکتوبر 2023ء کو خاران کے ایک نواحی بستی " پُر پیٹ " میں جمعہ کی نماز کا افتتاح ہوا، (اس پروگرام کی مفصل روداد آپ آخری صفحات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)
اس موقع پر جامعہ دارالعلوم خاران کے رئیس دارالافتاء اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالغفار صاحب نے توحید کے موضوع پر جو خطاب فرمایا، وہ نہایت پُر مغز اور مُدلّل تھا، دلچسپ بات یہ کہ بہت حد تک مربوط بھی؛
اس توحید افروز خطاب میں حضرت مفتی صاحب نے قرآنی واقعات کی روشنی میں توحید کا جس عالمانہ انداز میں اثبات فرمایا، وہ سننے سے تعلق رکھتا ہے، آیات قرآنیہ کی ایک برسات کا سماں تھا کہ ایک کے بعد دوسری آیت سے آپ توحید پر عالمانہ استدلال فرمارہے تھے ۔ اسی موقع پر دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس مدلل اور بصیرت افروز بیان کو قلم بند کیا جائے، لیکن فوری طور پر موقع نہ ملا۔
پرسوں برادرم ظہیرکبد انی سے ریکارڈ شدہ یہ بیان طلب کیا، جو پورے ایک گھنٹے پر مشتمل ہے، کل چار پانچ گھنٹے لگا کر قلم بند کر دیا اور آج کمپوز بھی ہو گیا، فللہ الحمد۔ مکمل خطاب کو

لفظ بہ لفظ اردو میں منتقل کیا گیا ہے، البتہ اسے اہل علم کے لیے مستند شکل میں استفادہ کا ذریعہ بنانے کی غرض سے میری طرف سے صرف یہ حقیر سی کوشش کی گئی ہے کہ :

- ناململ آیات کو مکمل کر کے باحوالہ درج کیا گیا۔
- آیات کے نامکمل ترجمے کو پورا کیا گیا۔
- احادیث کے عربی متن کو باحوالہ درج کرنے کا اہتمام کیا گیا۔
- دیگر مضامین و مواد کے حوالے بھی دئے گئے۔

اور اب یہ مؤقر خطاب نذر قارئین ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب کا دینی، علمی اور روحانی سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے اور ہمیں ان کے علمی فیوضات سے استفادہ اور انہیں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کام کو ہمارے لیے دارین کی سعادت کا سبب بنادے، آمین۔

محمود خارانی

بی آر سی اوتھل، لسبیلہ، 30 نومبر 2023

توحید اور قرآنی واقعات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بعدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (البقرہ۔255)

میرے محترم دوستو، بھائیو اور بزرگو !

جمعہ کا بابرکت سلسلہ شروع کرنے کی جو دینی فکر اللہ تعالی نے آپ کے ذہن میں پیدا کی کہ یہاں پر جمعہ کی نماز ہونی چاہیے، اس میں دینی اعمال ہوں گے، مرد حضرات کو اگرچہ یہ موقع میسر ہے کہ وہ جمعہ کے لیے کہیں اور بھی جاسکتے ہیں، لیکن خواتین تو یہیں اپنے گھروں

میں ہی ہوتی ہیں، انہیں کہیں اور دینی بیانات سننے کا موقع میسر نہیں ہوتا، تو جمعہ کا یہ سلسلہ ان کیلئے بھی مفید ہو گا۔

جہاں تک جمعہ (کی ضرورت واہمیت اور فضائل) کے بیان کا تعلق ہے، بہترین انداز میں مولانا محمود خارانی صاحب نے بیان کیا، اللہ تعالی نے انہیں قوت گویائی اسی سطح کی دی ہوئی ہے، انہوں نے بہترین انداز میں آپ حضرات کو سمجھایا۔

جمعہ کا مقام و مرتبہ بطور سید الایام

اللہ تبارک وتعالی نے یہ دنیا تخلیق فرمائی، اس میں دن رات پیدا فرمائے، دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت جمعہ کو حاصل ہے:

عَنْ أَبِي لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: سَيِّدُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَهٗ، (رواہ ابن ماجہ، **المسند** لامام احمد (58/5) مشکوۃ جلد ۱ ص ۱۲۰)

دنوں میں سے جمعہ کو " سید الایام " کہا جاتا ہے، یعنی تمام دنوں کا سردار، اللہ تعالی نے راتوں میں سے " لیلۃ القدر " کو سب سے زیادہ شرف بخشا، مہینوں میں رمضان المبارک کو سب سے زیادہ شرف اور عزت وقدر دی ہے، مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا اور انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کو سب سے زیادہ شرف عطا فرمایا اور نبیوں میں سے امام الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف و درجہ بہت ہی زیادہ اور بلند ہے،

امتوں میں سے اس امت محمدی کو سب سے بہترین امت قرار دیا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (آل عمران/110)

"جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو' اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا' ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں"

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ 24 ہزار کم و بیش انبیاء کرام تشریف لائے، ہر ایک کی امتی تھی، لیکن جو مقام و درجہ اس امت محمدی کو ملاوہ دوسروں کو نہیں ملا کہ اللہ تعالیٰ (اس کے بارے میں) فرمارہے ہیں : تم بہترین امت ہو" ۔

بہترین ہونے کی وجہ بھی اللہ تعالی نے خود بیان فرمایا کہ جس نیک کام کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے تم خود اس پر عمل کرتے ہو اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہو، جس کام سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے خود بھی اس سے رک جاتے ہو، اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہو۔

لیکن یہ سارا کام فائدہ مند کس وقت ہو گا؟ وہ اس شرط کے ساتھ کہ " یؤمنون بالغیب" ، آخر میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالی کی وحدانیت پر یقین ہو، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیغمبری اور رسالت پر یقین ہو اور آخرت کی فکر ہو کہ یہ دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں ہے، عارضی ہے، سفر کی زندگی ہے، اصل چیز آخرت کی زندگی ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام میں سے اللہ تعالی نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو سب سے زیادہ شرف دیا، فرشتوں میں سے جبرائیل امین کو اور آسمانی کتابوں میں سے قرآن مجید کو اللہ تعالی نے بہت عزت اور شرف دیا ہے وہ یوں کہ یہ جو دن رات کی شرف کی میں نے بات کی، وہ سب اسی کلام پاک کی وجہ سے انہیں ملی ہے۔

حمٓ والکتاب المبین اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۞

"بیشک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا، بیشک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں"۔

اللہ تعالی اس کتاب یعنی قرآن مجید کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ "والکتاب المبین "، مجھے واضح کتاب کی قسم ہے کہ ہم نے اس کو نازل کیا ہے۔ شفقت خیر خواہی کی بنیاد پر (ہم ڈرانے والے ہیں) ، شفقت یہی ہے جیسا کہ اگر خطرے کی بات ہو تو بچے کو نصیحت کر کے کہا جاتا ہے کہ کنواں ہے، خیال کرنا، گر نہ جانا، آج کل تو بجلی کا دور ہے، اس سے ڈرا کر کہتے ہیں کہ خیال کرو کہیں کرنٹ نہ لگ جائے۔ یہ سب محبت کی وجہ سے باپ، بھائی اور دوسرے رشتہ دار بچوں کو ڈراتے ہیں۔

تو یہاں پر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم شفقت کی وجہ سے ڈراتے ہیں کہ یہ کتاب جسے ہم نے عزت و شرف دیا ہے اور یہ پیغمبر جسے ہم نے اتنا بڑا مقام و مرتبہ دیا ہے اس کے احکامات پر تمہارا عمل ہو، کامیابی صرف اسی میں ہے۔ یہ دنیا آئندہ کے لیے کمائی کی جگہ

ہے، دنیا میں لوگ محنت کرتے ہیں دبئی و ایران وغیرہ کمانے کے لیے جاتے ہیں اُدھر وہ صرف اتنا کھاتے ہیں کہ کام کر سکیں کمائی (کو لگانے) کا اصل رخ اپنے ملک کی طرف ہے، خاران میں اپنے لیے مکان بناؤں، گاڑی بھی ادھر ہی خرید لوں، سولر سسٹم وغیرہ بھی وہیں لگوادوں، یعنی جتنی آمدنی ہوتی ہے اس کو اُدھر دبئی اور ایران میں استعمال نہیں کرتا، بلکہ خاران بھجوا کر استعمال کرواتا ہے (کہ میری اصل جگہ وہی خاران ہے) ۔ (اسی طرح) ہماری اور آپ کی اصل جگہ یہ دنیا نہیں ہے، مرد حضرات ہوں کہ خواتین، (سب کی) محنت کی اصلی اور بنیادی جگہ بعد کی ہے، بہر حال اللہ تعالی نے اس کتاب کو بہت بڑا شرف دیا ہے۔

آیت الکرسی کے فضائل

قران پاک میں 114 سورتیں ہیں، ان میں سورہ اخلاص کو سب سے زیادہ شرف حاصل ہے، آیات میں سے آیت الکرسی کو بڑا مقام اور مرتبہ حاصل ہے۔

واجہ (محمود خارانی) نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ :

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ "؟ قَالَ قُلْتُ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ: " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ "؟ قَالَ قُلْتُ : " اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ " فَضَرَبَ فِي صَدْرِي

وَقَالَ:" لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ".(تفسیر القرطبی ،بحوالہ ترمذی،المسند امام احمد (141/5) وصحیح مسلم برقم(810)

یعنی ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا : تمہاری نظر میں کون سی آیت سب سے بڑی فضیلت رکھتی ہے، [ویسے تو تمام آیات اللہ ہی کے کلام ہیں، مگر باہم یک دیگر درجہ رکھتے ہیں] اس نے ادب کے طور پر کہا: " اللہ ورسولہ اعلم "، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا، اس نے وہی جواب دیا، تیسری بار پوچھنے پر بتایا: "میرے نزدیک آیت الکرسی سب سے عظیم ہے" ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اس کے سینے پر لگا کر کہا: "تمہیں مبارک ہو"؛

آیت الکرسی میں اللہ تعالی نے وہ شرف اور فائدہ رکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى أَعْوَادِ الْمِنْبَرِ: "مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ وَلَا يُوَاظِبُ عَلَيْهَا إِلَّا صِدِّيقٌ أَوْ عَابِدٌ، وَمَنْ قَرَأَهَا إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ آمَنَهُ اللهُ عَلَى نَفْسِهِ وَجَارِهِ وَجَارِ جَارِهِ وَالْأَبْيَاتِ حَوْلَهُ". (تفسیر قرطبی)

"فرض نماز کے بعد اگر کوئی آیت الکرسی پڑھا کرے تو اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائیں گے اگر سوتے وقت آیت الکرسی پڑھیں تو اللہ تعالی ایک فرشتہ مقرر کرے گا، نہ شیطان و جن اسے نقصان پہنچانے کے لیے آسکتے ہیں نہ چور، اس کی مکمل حفاظت ہو گی" ۔

ایک تفصیلی واقعہ اس سلسلے میں ہے میں صرف اس کا آخری حصہ بیان کروں گا، صدقۃ الفطر، جسے ہم لوگ سر سایہ کہتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کی طرف نہیں جاؤں گا، بعد میں اس کے موقع پر یہاں علماء کرام انشاء اللہ بیان کیا کریں گے۔

اسی صدقہ الفطر کے سلسلے میں کھجور بیت المال میں جمع تھے، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں غریبوں پر تقسیم فرماتے تھے، بڑے ڈھیر (بلوچی میں جوہان) کی شکل میں تھے، مدینہ منورہ میں اس دور میں کھجور کے باغات بہت زیادہ ہوتے تھے، اب تو سارا شہر بلڈنگ و مکان میں تبدیل ہو گیا ہے۔

مکمل حدیث کا متن یوں ہے:

وَقَدْ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ هَذِهِ الْقِصَّةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ فِي كِتَابِ "فَضَائِلِ الْقُرْآنِ" فِي كِتَابِ "الْوَكَالَةِ" فِي "صِفَةِ إِبْلِيسَ" مِنْ صَحِيحِهِ: قَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ. قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ. فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟" قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالاً فَرَحِمْتُهُ وَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: "أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ" فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهُ سَيَعُودُ" فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ.

فَرَحِمْتُهُ وَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ " قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: "أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ" فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ : لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّكَ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ. فَقَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا. قُلْتُ : مَا هُنَّ . قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ : { اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ } حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟" قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: "مَا هِيَ؟" قَالَ: قَالَ لِي : إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ: { اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ } وَقَالَ لِي : لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ. وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "أَمَا إِنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟" قُلْتُ :لَا قَالَ: "ذَاكَ شَيْطَانٌ".

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کو مقرر کیا تھا کہ ان کھجوروں کی حفاظت کرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ وہیں پر آرام فرماتھے، محسوس کیا کہ کوئی آگیا، اٹھ کر دیکھا تو ایک بندے نے چادر کھجوروں کے پاس بچھا کر اس میں ڈال رہاہے۔ انہوں نے اس کو پکڑ کر کہا کہ: " تم چور ہو، اور تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجاؤں گا تا کہ سزا دے "، تو وہ منت سماجت میں لگ گیا کہ: " خدارا! میرے بچے بھوکے ہیں، مجبور

ہوں؛"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی بڑی منت سماجت دیکھ کر اس کو چھوڑ دیا۔ دوسری رات وہ دوبارہ اسی طرح چھپکے سے آگیا اور جب پکڑا گیا، تو یہی عذر دوبارہ پیش کیا، تیسری رات پھر آگیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ: اب تمہیں میں بالکل جانے نہیں دوں گا، تم بہت بڑے جھوٹے اور ٹھگ ہو، ہر رات چوری کے لیے آتے ہو اور بچوں کی شکایت کرتے ہو کہ بھوکے ہیں" ۔اس نے کہا: "مجھے جانے دو، میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں گا کہ اس میں آپ کو دنیا و آخرت کا فائدہ ملے گا، دینی فائدہ زیادہ ہے" ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کا مزاج تو تھا ہی ایسا کہ اگر دین کی کوئی بات ہوتی، تو ان کی کوشش یہی ہوتی کہ (فوری طور پر) وہی حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا : اچھا بتاؤ کیا ہے؟

اس نے کہا: " جب بھی تم کسی چیز پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کر لو، ادھر نہ شیطان آئے گا، نہ جن، نہ چور" ؛ اور عجیب بات یہ کہ یہ بتانے والا بھی خود جن اور شیطان تھا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سارا واقعہ اور ان کا یہ بتایا ہوا وظیفہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " صدق وھو کذوب" ۔ یعنی یہ بات اس نے سچ کہی ہے کہ بندہ آیت الکرسی پڑھے تو اُدھر شیطان و جن کچھ نہیں آسکتا، لیکن وہ خود بہت بڑا جھوٹا ہے (صحیح بخاری حدیث نمبر: 2311,3275)

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ویسے تو تمام آیات میں شرف و فضیلت موجود ہے، لیکن آیت الکرسی کا شرف و فضیلت کچھ زیادہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت الکرسی کے اندر ایک دعوی پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرہ/255)

الہ، حاجت روا، مشکل کشا صرف اللہ ہے، اس کی تفصیل آگے بیان ہو گی، درمیان میں ایک بات کہہ دوں، پھر اس موضوع پر آئیں گے۔

مومنوں کی صفت یہ ہے کہ "یومنون بالغیب"، وہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، غیب کی باتوں پر، کیونکہ انہوں نے دیکھا کچھ نہیں ہے، مگر پھر بھی یقین رکھتے ہیں کہ جنت ہے، دوزخ ہے، قبر میں سوال وجواب ہو گا، نیک لوگوں کی روح اعلی علیین میں ہو گی اور بدلوگوں کی روح سجین میں ہو گی۔

جمعہ میں " پہلے آیئے، پہلے پایئے " کا خدائی فارمولا

مولانا (محمود خارانی) نے جمعہ کے سلسلے میں باتیں کی، میں اس سلسلے میں صرف ایک حدیث بیان کرتا ہوں، پھر اپنے اصل موضوع (توحید باری تعالیٰ) کی طرف واپس لوٹ جاؤں گا، چونکہ جمعہ کا تذکرہ انہوں نے کیا ہے اور آئندہ بھی اس کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ (لہذا مجھے زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں)۔

صرف ایک حدیث پاک بیان کرتا ہوں :

وَعَنْ أَبِي هُرَيرةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلاَئِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ"

(أَخْرَجَاهُ الشيخان صحيح البخاري برقم (881) وصحيح مسلم برقم (850) .

یعنی جمعہ کے دن فرشتے اپنی مخصوص فائلوں کے ساتھ باہر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں، جو سب سے پہلے مسجد آئیں گے، ان کے نام درج ہوں گے، اور ان کے لئے لکھا جائے گا: گویا کہ اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی، یہ صرف ایک بندے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ اگر پورا ایک گروپ سب سے پہلے آئے گا، ان سب کو یہ شرف ملے گا، ان سب کو اتنا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ کوئی اونٹ عیدی یعنی قربانی کرتا ہے، حالانکہ اونٹ تو سات بندوں کے لیے بھی بطور قربانی کافی ہوتی ہے، لیکن اگر اسے ایک بندہ قربانی کرے، کتنا ثواب اسے ملے گا جمعہ کے دن سب سے پہلے آنے والے کو اتنا ہی ثواب ملے گا۔

دوسرے نمبر پر آنے والے لوگوں کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا: گویا کہ اس نے ایک بیل کی قربانی کی اتنا ثواب ملے گا۔ تیسرے نمبر پر آنے والے لوگوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ اس نے بھیڑ کی قربانی کی۔ چوتھے نمبر پر آنے والے کے لیے مرغی اور پانچویں نمبر پر آنے والے کے لیے انڈے جتنا ثواب لکھ دیا جائے گا۔ خطبہ جمعہ جب شروع ہو جائے، تو یہ سب فرشتے اپنی فائلیں بند کر کے آکر مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں، اگر اس دوران کوئی آجائے، تو جمعہ پڑھنے کا ثواب تو اسے مل جائے گا، مگر اس سفر اور جلدی آنے کا ثواب اسے نہیں ملے گا، جو جمعہ (میں پہلے پہلے آنے والوں) کے لیے مقرر ہے، اس حصے کا ثواب اسے نہیں ملے گا۔

ہماری حالت تو یہ ہے کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ تین دفعہ یہاں سے پیدل شہر خاران (پر پیٹ تا شہر خاران لگ بھگ 20،25 کلو میٹر ہے) جا کر واپس آؤ اور تمہیں بدلے میں ایک

اونٹ ملے گا، تو وہ جانے کے لیے تیار ہو گا، مگر اللہ اور اس کے رسول کے فرمان پر یقین اتنا کمزور ہے کہ اسے کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں، بیل کی اگر قربانی کرے تو بہت بڑا درجہ ہے، یہ دوسرے نمبر پر آنے والوں کے لیے ہے، تیسرے نمبر والوں کے لیے بھیڑ اور دنبہ جتنی قربانی کا ثواب ہے، ہم لوگ تو مرغ والوں میں سے ہیں، جس کی تو قربانی ہی نہیں ہوتی، صرف اتنا ہی ثواب ملے گا، اس کے بعد فائلیں ہی بند ہو جائیں گی۔

توحید باری تعالیٰ اور قرآنی واقعات

بہر حال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آیت الکرسی کو اللہ تعالی نے یہ شرف بخشا ہے، اس وجہ سے کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ

للهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

یعنی: عبادت کا حقدار، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس صرف اور صرف اللہ تعالی کی ذات اقدس ہے۔ دلیل کیا ہے؟ الحی القیوم"، جو ہمیشہ سے زندہ ہے ازل سے ابد تک، اس پر موت نہیں آتی ہے، اگر کسی (ہستی) پر موت آتی ہے تو درجہ اور شرف (کے لحاظ سے وہ کتنا ہی اونچے مقام و مرتبے کی ہستی کیوں نہ ہو،) اور شان و عظمت اپنی جگہ، لیکن وہ حاجت روا تو (ہرگز) نہیں بن سکتا۔

حضرت عُزَیر علیہ السلام کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ /آیت 259)

ترجمہ : یا(تم نے) اس جیسے شخص (کے واقعے) پر (غور کیا) جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گذر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی؟ اس نے کہا کہ: " اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟" پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کیلئے موت دی، اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔ (اور پھر) پوچھا کہ تم کتنے عرصے تک (اس حالت میں) رہے ہو؟ اس نے کہا: " ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ !" اللہ نے کہا: " نہیں! بلکہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو۔ اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں۔ اور (دوسری طرف) اپنے گدھے کو دیکھو (کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا تا کہ ہم تمہیں لوگوں کیلئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیں۔ اور (اب اپنے گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے ہیں، پھر ان کو گوشت کا

لباس پہناتے ہیں! " چنانچہ جب حقیقت کھل کر اس کے سامنے آگئی تو وہ بول اٹھا کہ " مجھے یقین ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ " یہ حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے جن کے بارے میں یہودی کہتے ہیں :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۞ (التوبہ/30)

یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ محض ان کے منہ سے کہی ہوئی (بے سروپا) باتیں ہیں، یہ اپنے سے پہلے کافروں کی کہی ہوئی باتوں کی مشابہت کرتے ہیں، ان پر اللہ کی پھٹکار یہ کہاں اوندھے جارہے ہیں".

(یعنی یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ) معاذ اللہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالی کا بیٹا ہے، یعنی جس طرح بیٹا کا (باپ کی نظر میں) درجہ اور مقام ہوتا ہے اور گویا کہ اللہ تعالی نے اپنے اختیارات اس کے حوالے کیے ہیں، داستان لمبی ہے، میں صرف خلاصہ پیش کروں گا۔

عزیر علیہ السلام ایک حمار (گدھے) پر سوار تھے۔

(ایک لطیفہ سنو! پرانے زمانے میں ایک حاجی حج پر گیا تھا، واپس آکر اپنا واقعہ بتارہا ہے کہ ہم مکہ سے ایک حمار پر سوار ہوگئے، اب گدھا کا لفظ بظاہر چھوٹا اور حقیر سا ہے، تو اس کی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کہتا ہے کہ وہ گدھا نہیں، حمار تھا، عربی میں گدھے کو حمار کہتے ہیں۔)

بہر حال عزیر علیہ السلام ایک بستی کے پاس آگیا، جو تباہ شدہ تھی، غیر آباد تھی، مکانات منہدم ہوچکے تھے، یہ حالت دیکھ کر آپ نے کہا کہ : أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی: "

اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟" پھر آپ وہاں پر کچھ دیر آرام کے لیے لیٹ گئے ، چھوٹے مشکیزے میں پانی تھا، اسے یہیں لٹکا دیا اور جو میوے وغیرہ ساتھ تھے ،اب تو فروٹ کہا جاتا ہے، ان کو بھی رکھ دیا اور خود سو گئے(تو بلوچی میں: شہ اے وابا بہ آوابا) نیند بہت لمبی ہو گئی۔

ستر 70 سال کے بعد یہ بستی اور شہر آباد ہونے لگا، آپ کی بدن مبارک زمین پر پڑی ہوئی ہے، نہ سورج کو مجال ہے کہ اس پر اثر ڈالے، نہ زمین کو، سرزمین پر نعش مبارک محفوظ پڑی ہے، نبی ہے، نبی کی جسد محفوظ رہتی ہے۔ 30 سال مزید اس حالت میں گزر گئے کہ شہر آباد ہو چکا تھا، جب بیدار ہو گئے، تو فرشتے کے ذریعے اللہ تعالی نے ان سے پوچھا: كَمْ لَبِثْتَ ، کتنا عرصہ اس حالت میں گزر گیا تجھے؟

عزیر علیہ السلام نے سورج کی طرف دیکھا، تو ڈھل چکا تھا مگر ابھی تک غروب نہیں ہوا ہے، کہا: لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن یا دن بھی ابھی تک پورا نہیں گزرا ہے، یعنی پکا کچھ نہیں کہہ سکتا،

(ذرا غور کرو،) یہ ایک پیغمبر ہے، لیکن اسے اپنی حالت کی خبر نہیں ہے(کہ مجھے اس حالت میں کتنا عرصہ گزرا ہے) درجہ اور مقام بدستور وہی پیغمبری کا ہے، لیکن اختیارات اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالی اپنے اختیارات میں کسی کو شریک وشامل نہیں کرتا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزیر علیہ السلام کو) جواب ملا کہ :

"لَمْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ"

یعنی: تجھے سو سال کا عرصہ گزر گر چکا ہے، اس میں گرمی، سردی کے موسم بھی آتے رہے ہیں، بادل، گرج چمک اور طوفانی ہوائیں بھی چلتی رہی ہیں، لیکن اللہ تعالی جس طرح کا فیصلہ کرتا ہے، ہوتا اسی طرح ہے۔

میری قدرت دیکھیے، اپنے خوراک کو ذرا دیکھیے کہ میوہ بالکل اسی طرح تازہ ہیں، انگور تھے یا کوئی اور فروٹ؟ پانی اسی طرح ہے، حالانکہ پانی خشک ہو سکتا ہے، اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بہت سے واقعات ہیں، مگر ابھی(بیان کرنے کے لئے)وقت میں گنجائش نہیں، پھر فرمایا:

"وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا"

گدھے کو دیکھ، گدھا مر چکا ہے، ہڈیاں گل سڑ چکی ہیں، ریزر ریزہ ہیں، اب دیکھو کہ کیسے زندہ ہو گا یہ؟

کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام کا سوال یہ تھا کہ ان بستی والوں کو اللہ تعالی کیسے دوبارہ زندہ کر دیں گے؟ اس کی کیا کیفیت ہو گی؟

یہ کوئی انکار نہ تھا، بلکہ صرف وہ طریقہ جاننا چاہتا تھا کہ زندہ کیسے ہوں گے، اب یہ دکھانے کے لیے اللہ تعالی نے خود اس کے وجود پر یہ کیفیت ظاہر کر دی کہ اس طرح زندہ کر دے گا۔

علماء تشریف فرماہیں،(اس لیے یہ علمی نقطہ قابل ذکر ہے کہ) ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا:

کیف یحی اللہ ھذہ بعد موتھا ،

اُدھر پرندوں کے بارے میں کہا، اور یہاں عزیر علیہ السلام نے کہا :

انی یحی

چنانچہ اس کے اپنے وجود پر اس کی کیفیت ظاہر کردی، اس کے اپنے وجود پر یہ تجربہ دہرایا۔

گدھے کی ہڈیاں جمع ہونے لگے، ٹکڑے باہم ملتے گئے، مکمل ہڈیوں کا ڈھانچہ پورا ہو گیا، بلوچی میں شکل کہہ سکتے ہیں اردو میں تو ڈھانچہ کہتے ہیں، جو عام ہو گیا ہر زبان میں، پھر گوشت چڑھنے لگا، عزیر علیہ السلام دیکھ رہے تھے، گوشت مکمل ہونے کے بعد اس پر کھال چڑھ گئی، گدھے نے سَرگّ (گدھے کی مخصوص آواز) لگا کر اٹھ گیا، یہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ گدھے نے سرگ لگا کر اٹھا، اللہ تعالی نے (اپنی) یہ قدرت دکھا کر (ثابت کر دیا کہ تمام اختیارات کا مالک چونکہ وہی ہے) لہذا الہ اور معبود صرف وہی ہے، جو الحی القیوم ہے، سدا زندہ ہے۔

لیلۃ التعریس کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

آیت الکرسی میں مزید اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ :

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

یہ دوسری دلیل ہے اس دعوی کا کہ: " الہ، معبود اور مشکل کشا اللہ ہے، غیب دان اللہ ہے، حاضر ناظر اللہ ہے، ہر چیز اسی کے اختیار میں ہے، اس لیے کہ (اس کی صفت یہ ہے کہ) :

(یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے) جو نیند سے پاک ہے، اسے نیند نہیں آتی، اونگھ (گِڈّگ) سے پاک ہے۔

لیلۃ التعریس ایک مشہور واقعہ ہے، بخاری کی حدیث ہے، مشکوۃ میں بھی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ سفر پر تھے، تعریس رات کے آخری حصے میں ٹھہرنے کو کہتے ہیں، رات کے پچھلے حصے میں کہیں رک گئے، تھوڑا آرام کیا، مگر اندیشہ تھا کہ کہیں آنکھ لگ کر فجر کی نماز ہی قضا نہ ہو، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ: " آپ لوگوں کو جگانے کی ذمہ داری میں اٹھاتا ہوں، لہذا آپ سب آرام فرمائیں"۔

چنانچہ سب سو گئے، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے جتنا ہو سکا، تہجد کی نوافل پڑھ کر بیدار رہے، لیکن صبح صادق کے قریب اس نے اپنے سامان اور کجاوہ کے قریب ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور چہرہ مشرق کی طرف کیا تا کہ صبح صادق (بام) کی روشنی ظاہر ہو تو میں ان کو اٹھادوں۔

لیکن یہاں بیٹھے بیٹھے ان کی بھی آنکھ لگ گئی، اور ایسے لگ گئی کہ سورج کی تپش نے انہیں جگایا۔

اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں: ایک میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہو گئے، دوسری روایت میں ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پہلے جاگ گئے

تھے، لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا مزاج یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے اٹھایا نہیں کرتے تھے، کیونکہ کبھی کبھی نیند کی حالت میں بھی وحی آیا کرتی تھی، انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ اب کیا کیفیت ہے؟

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بیدار ہوگئے، وہ طبعی طور پر جلالی شخص تھے، دیکھا کہ سب سوئے ہوئے ہیں، تو فورا آکر زور سے کہنے لگا: "اللہ اکبر اللہ اکبر" آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بیدار ہو گئے، بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو کہا: " ہاں بلال! یہ کیا ہوا ؟"

اس نے کہا کہ: "حضرت! جس ذات نے آپ کی روح قبض کی تھی، بیداری چھین لی تھی، مجھے بھی اسی نے سلا دیا تھا۔ " (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۲ ص ۵۷۵)

معلوم ہوا کہ اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالی ہے،

(مسلمانو!) ان باتوں کو توحید کا کوئی رسمی بیان نہ سمجھیں، یہ باتیں اللہ تعالی نے کہی ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائی ہیں۔

اصحاب کہف کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

قرآن مجید میں اصحاب کہف کے نام سے ایک سورۃ منسوب ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک مشرک وظالم بادشاہ گزرا ہے، ان کی خوشی اور میلے کا ایک دن مقرر تھا، جس طرح ہم مسلمانوں کی خوشیوں کے دو دن مقرر ہیں: عید الفطر اور عید الاضحی، کچھ اور عیدیں آپ لوگوں نے از خود گھڑ رکھے ہیں۔

اس میلہ کے دوران بازار مکمل بند ہو جاتا تھا، سب لوگ وہاں میدان میں جمع ہوتے تھے، جو ایک عبادت خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کے پیغامات سن کر (جیسے آج کل تبلیغی حضرات دین کا پیغام پہنچاتے ہیں) سات نوجوان خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے، مگر لوگوں پر ظاہر نہیں کر رہے تھے، اب مجمع لگا ہوا تھا، جس میں لوگ اپنے طور پر بت پرستی اور شرک میں مصروف عمل تھے، ان نوجوانوں میں سے ایک وہاں سے اٹھا اور ایک کونے میں الگ تھلگ سا بیٹھ گیا، دوسرے نے اسے دیکھا، وہ بھی وہیں جا کر بیٹھ گیا، اسی طرح کرتے کرتے یہ سب نوجوان وہاں پر جمع ہو گئے، لیکن اب یہ آپس میں بات نہیں کر رہے ہیں کہ کون کس مقصد کے لیے یہاں کونے میں آکر بیٹھ گیا ہے، خطرہ ہے کہ راز ظاہر نہ ہو جائے، جس کی سزا قتل و پھانسی ہے ممکنہ طور پر، الغرض ایک نے مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ : اس مجمع میں میرا دل نہیں لگتا، دوسرے نے کہا کہ میرا بھی دل نہیں لگتا۔

تو اس نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: "شریعت میں منع ہے" ۔دوسرے نے کہا کہ "میں بھی اسی طرح سوچ رہا ہوں ."اس طرح راز ظاہر ہو گیا، اب انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ چونکہ ہماری ایک جماعت بن چکی ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم خفیہ طور پر لوگوں کو سمجھایا کریں۔ قصہ مختصر یہ کہ بات پھیل گئی اور بادشاہ تک آخرکار پہنچ گئی،

(از راہ تفنن حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ:) تو بادشاہ نے لوگوں کو کہا کہ یہ ہے مولویوں کا حال، تم لوگ کہتے ہو کہ ان کو ووٹ دیا کرو، یہ حال ہے ان کا؛ برا نہ مانیں، میں نے ووٹ کا نام لیا، کیونکہ یہ (ناشوندو لفظ) بری بات ہے، چنانچہ بادشاہ نے ان کو بلوا کر

پوچھا: ہاں تم نے اپنے آباؤ واجداد کی دین تبدیل کر دی ہے، اور یہ طریقہ شروع کیا ہے؟

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا (الکہف/14)

ترجمہ: "اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے، جب وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے، ورنہ ہم نے بڑی ہی بے جا بات کہی"۔

توجہ سے سنو! علماء تشریف فرما ہیں، لن تاکید کے لیے آتا ہے، یعنی اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو ہرگز نہیں پکاریں گے، ادھر " لن نعبد "کا لفظ نہیں کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کریں گے، کیونکہ عبادت کو بعض لوگ روزہ سمجھتے ہیں، بلکہ کہا:

لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا

یعنی اللہ تعالی کے علاوہ حاجت روا کوئی بھی نہیں، جسے بلایا جائے، اگر ہم اس طرح کی کوئی جرات کریں، تو یہ اللہ تعالی کے حکم میں زیادتی ہو گی، اس کی صفات میں زیادتی ہو گی، بادشاہ نے کہا: یہ جو تمہاری قوم کے سفید ریش (سفید ریش میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں) تشریف فرما ہیں، زندگی اتنی انہوں نے گزاری ہے، کیا یہ سب بیوقوف ہیں، تم جیسے نوجوان سمجھدار نکلے ہو؟

تو نوجوانوں نے کہا:

هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (الکہف/15)

ترجمہ:" یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اُس پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ (اگر ان کا عقیدہ صحیح ہے تو) وہ اپنے معبودوں کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ بھلا اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟"

یہ آسمانی کتاب ہے، کوئی ایسی دلیل پیش کرو، ایسی کہانیاں بیان کرتے ہیں، فلانی نے یوں کہا، حضرت فلانی نے اس طرح کیا تھا، یہ قصہ کہانیاں نہیں چلنے والی، ہمارے باپ دادا نے ایسا کیا تھا، یہ کوئی دلیل نہیں، آسمانی دلیلیں پیش کرو،

جب دل میں ایمان ہو تو ظالم بادشاہ کے سامنے ایسی حق گوئی کی توفیق ہوتی ہے، کہنے لگے کہ باپ دادا نے اپنی طرف سے سب کچھ گھڑ لیا تھا، کوئی آسمانی دلیل ان کے پاس بھی نہ تھی۔

چونکہ یہ ساتوں نوجوان بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، بادشاہ نے کہا کہ: " ایک تو میں تمہاری نوجوانی کا لحاظ کر رہا ہوں، دوسرے تمہارے خاندانوں کا بھی، اس لیے تمہیں مہلت دے رہا ہوں، تین چار دن میں خوب غور و فکر کرو، رجوع کر لو اپنی بات سے، ورنہ تمہاری سزا پھانسی ہے۔ "

نوجوانوں نے اس پیشکش کو غنیمت جانا، رات کی تاریکی میں شہر سے نکل گئے، آگے جا کر ایک چرواہے سے ملاقات ہو گئی، ممکن ہے خود چھ تھے، ساتواں یہ چرواہا ہو، اس نے پوچھا کہ: کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا اس طرح کا ارادہ ہے، اس نے کہا: چلو میں

تمہیں لے چلتا ہوں، جو پہاڑ اور اس کے غاروں سے بخوبی واقف تھا، کتا نے جو چونکہ فائدہ ہمیشہ چرواہے سے اٹھایا ہوا تھا، وہ بھی ساتھ چلنے لگا۔

صبح کے وقت چرواہے کی نشانی کے مطابق ایک غار تک پہنچ گئے، غار کا منہ تنگ تھا، لیکن اندر سے کشادہ، اس میں سو گئے، اللہ تعالی نے اس کتے کا تذکرہ بھی اس واقعے میں کیا ہے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ؕ

ماں بچے کو سلانے کے لیے اس کے کان پر تھپکیاں دیتی ہے، قرآن اسی انداز میں بتا رہا ہے کہ :

فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا (11) ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا (12 کہف) اس نیند میں کئی سال گزر گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے جب یہ علاقہ فتح کر لیا، تو چاہا کہ جا کر اس غار کا معائنہ کروں، تو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں منع کر دیا کہ اس غار کے بارے میں اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا ہے :

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (18 کہف)

ترجمہ: " اگر تم انہیں جھانک کر دیکھو تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہو اور البتہ تم پر ان کی دہشت چھا جائے " ۔

کہ خطاب اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے، جب اللہ تعالی اپنے پیغمبر کو اس سے منع کرتے ہیں تو تم کون ہوتے ہو معائنہ کرنے والا، چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔

اللہ تعالی ان کی اس کیفیت کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ ۖ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (الکہف / 18)

ترجمہ: اور تو انہیں جاگتا ہوا خیال کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں، اور ہم انہیں دائیں بائیں پلٹتے رہتے ہیں، اور ان کا کتا چوکھٹ کی جگہ اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے، اگر تم انہیں جھانک کر دیکھو تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہو اور البتہ تم پر ان کی دہشت چھا جائے" ۔

آپ جسے صید واب یا خرگوشک واب کہتے ہیں، خرگوش والی نیند، کہ جس میں آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں، مگر ہے نیند کی حالت، یہی کیفیت تھی اصحاب کہف کی، تم گمان یہی کرتے ہو کہ وہ بیدار ہیں، لیکن حقیقت میں وہ سوئے ہوئے ہیں۔

تین سو نو سال گزر گئے، اس دوران جہاد کا سلسلہ اس علاقے میں چلا تھا، مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی، بادشاہ بھی مسلمان اور نظام بھی اسلامی، کفریہ نظام ختم ہو چکا تھا، اب یہاں عوام میں یہ باہمی اختلاف چل رہا تھا کہ قیامت کے دن انسان کا بدن جنت میں جائے گا یا صرف روح، کچھ اس بات کے قائل تھے کہ روح جنت جائے گی بدن نہیں جائے گا، بعض کا کہنا تھا کہ نہیں، روح اسی بدن کے ساتھ دوبارہ جنت چلی جائے گی، جسے اللہ تعالی

دوبارہ زندہ کرے گا، روح اسی کے ساتھ جائے گی یہ اختلاف عام تھا۔ بادشاہ نے دعا کی تھی کہ یااللہ یہ اختلافی مشکل آسان فرمادے، اس مشکل کی آسانی کا سبب یہی واقعہ پیش آیا کہ 309 سال بعد یہ لوگ اصحاب کہف والے بیدار ہو گئے۔

واضح رہے کہ اس واقعے کو قرآن پاک بیان کر رہا ہے، یہ کوئی خود ساختہ واقعہ نہیں، اگر کوئی بزرگ اور ولی ہے، کوئی اس کی بزرگی نہ مانے، تو اسے فاسق و بے دین و گنہگار کہا جائے گا، لیکن اگر کسی شخص کے بارے میں قرآن کہہ دے کہ یہ ولی اور بزرگ ہے، اس کو نہ ماننے سے تو انسان کافر ہی ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو قرآن کریم کی آیت پڑھ کر سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (الکہف/ 19)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے انہیں جگا دیا تا کہ ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک نے کہا تم کتنی دیر ٹھہرے ہو، انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن سے کم ٹھہرے ہیں، کہا تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنی دیر تم ٹھہرے ہو، اب اپنے میں سے ایک کو یہ اپنا روپیہ دے کر اس شہر میں بھیجو پھر دیکھے کون سا کھانا ستھرا ہے پھر تمہارے پاس اس میں سے کھانا لائے اور نرمی سے جائے اور تمہارے متعلق کسی کو نہ بتائے"۔

اب یہ لوگ بیدار ہو گئے تو ایک نے پوچھا: كَمْ لَبِثْتُمْ، کتنا عرصہ یہاں تم نے گزارا ہے؟

قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ ایک دن گزرا یا ایک دن سے بھی کم، سوال کرنے والا ایک بندہ تھا،

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "قالوا جمع کا صیغہ ہے، کم از کم تین ہونے چاہیے، سوال کرنے والے کے ساتھ چار ہو گئے، دوسروں نے کہا یہ بحث چھوڑ دو یہ بھی جمع ہے تین کم از کم یہ ہونگے، یوں سات کی عدد بن جاتی ہے"۔

الغرض انہوں نے کہا کہ یہ بحث چھوڑ دو، بھوک نے تنگ کیا ہے، (گُزنا بے وار کُرتہ) اور خوراک کا بندوبست کرو، جب تک سوئے ہوئے تھے، سردی، گرمی، بھوک اور پیاس کی کوئی خبر نہ تھی۔

سمجھانے کی خاطر سنو! بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، جتنا بھی بیمار ہو، کچھ بھی خبر نہیں ہوتی، جوں ہی پیدا ہو جائے رونا شروع کرتی ہے، ادھر اللہ نے اس کا ذمہ اٹھایا ہوا تھا، اسی کے حوالے تھا، رونا دھونا تکلیف جو کچھ ہے، کچھ خبر نہیں، (یہی حال ان اصحاب کہف کا تھا کہ نیند کی حالت میں انہیں کسی تکلیف کا احساس نہ تھا، بیدار ہوتے ہی بھوک محسوس کرنے لگے، چنانچہ) انہوں نے کہا: یہ بحث چھوڑ دو۔

الغرض مشورہ یہ ہوا کہ جو بندہ سب سے زیادہ ہوشیار ہے، وہ بازار جائے، مگر خیال رہے کہ ہمارے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکا ہے، ہم فراری ہیں، لہذا یہ بندہ خفیہ طور پر جائے، دوسرا یہ کہ حلال روزی لے کر آئے، جو مشرک بتوں وغیرہ پر صدقہ و خیرات کرتے ہیں، مجاور لوگ ان کو جمع کر کے بازار میں لاتے ہیں، ان سے نہیں خریدنا۔

میں تو اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہوں، تم لوگ بھی جانتے تو ہو، مگر بتاتے نہیں، شہر کے اندر ایسا ہی ہے کہ جنازے پر کپڑے ڈالنے کا رواج ہے، جس نے جنازہ پڑھایا ہے، اسی کے ہوں گے، جو ان کو لے جا کر بازار میں بیچ دیتا ہے، یہاں بھی ایسا ہی ہوتا ہے، یہ پرانی داستان ہے۔ (مزید اسے یہ تاکید کی گئی کہ) بات بھی نرمی سے کرے، کسی کو اطلاع نہ ہو،
وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ أَحَدًا

اگر پتہ چلا تو پھر ہم یا کفر قبول کریں یا پھانسی، کفر کی قبولیت میں تباہی اور پھانسی تو ظاہر میں موت بھی بہت بھاری ہوتی ہے۔ لہذا نرم لہجے میں بات کیا کیجیے۔ یہ بندہ بازار چلا گیا، دیکھا کہ بازار کی رونق ہی کچھ الگ سی ہے، عجیب قسم کے لوگ وہاں رہتے ہیں، ابھی تک اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کتنا زمانہ گزر چکا ہے، نہ غار والوں کو نہ اس بندے کو، واضح رہے کہ یہ صرف سوتے رہ گئے تھے، مر نہیں گئے تھے،

اس بندے نے ایک جگہ سے خریداری کی، پیسہ نکالا، جو قدیم سکہ تھا، دکاندار حیران ہو گیا کیونکہ 309 سال پہلے کافر بادشاہ گزرا تھا، یہ اس کے دور کا سکہ تھا، پرانے زمانے میں یہ کاغذی نوٹ نہیں ہوا کرتے تھے، ہر دور کے سکے پر اس دور کے بادشاہ کے نقوش کندہ ہوتے تھے۔ دکاندر نے پوچھا کہ یہ سکہ تجھے کہاں ملا ہے؟ اس نے کچھ نہیں بتایا، پھر سب لوگ جمع ہو گئے، لیکن پھر بھی نہیں بتا رہا تھا، اب لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ اصل بات چونکہ بتاتا نہیں، لہذا اسے بادشاہ کے پاس لے چلتے ہیں۔

چنانچہ یہ گرفتار ہو گیا، بادشاہ نے اس سے نام پوچھا، اس نے بتا دیا، فلان بن فلان، بادشاہ نے کہا: "میں جانتا ہوں اسے، ہم نے جب یہ علاقہ فتح کر لیا تھا، خزانے میں ان نوجوانوں

کے نام درج تھے، پتھروں پر ان کے نام نقش تھے اور لکھا تھا کہ چند نوجوان یہاں سے نکل چکے ہیں، ہم نے بھرپور تحقیق و تفتیش کی ہے مگر یہ نوجوان ہمیں ملے نہیں ہیں اور لاپتا ہیں، یہ وہی نوجوان ہے۔"

چونکہ غار والوں نے اس نوجوان کو کہہ دیا تھا کہ اگر تم گرفتار ہو گئے، تو ہمارا نام اور پتہ ہرگز نہیں دینا، تمہیں پھانسی ہو تو ہو، ہمارے لیے کوئی راستہ کھلا رہے، لیکن اب یہ نوجوان مجبور ہو کر راز دینے لگا۔

تو خلاصہ بات کا یہ ہے کہ ہم اپنی یقین کو درست رکھیں، یہ وہی بزرگ ہیں، سوال کرنے والا بھی بزرگ ہے، جواب دینے والے بھی بزرگ ہیں، تیسرا جو حکم دیتا ہے کہ جاؤ بازار سودا لینے، وہ بھی بزرگ ہے، 309 سال گزر گئے ہیں، مختلف کیفیت کے حالات آئے ہیں۔ ہم کیا کہتے ہیں فلاں پیر کی قبر پر جاؤ، سلام دے دو، وہ سلام سن کر پہچان لے گا، پورے خاندان کے احوال بھی پوچھ لے گا، افسوس کی بات ہے، (بزرگ کا مقام و) درجہ الگ چیز ہے، مگر اختیارات صرف اور صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

قرآن پاک کی طرف توجہ کریں، انبیاء علیہم السلام کا رابطہ اللہ تعالی کے ساتھ تھا، بی بی مریم علیہا السلام کی ماں حمنہ ہے رضی اللہ عنہا، گھر کے سامنے اس نے پرندوں کو دیکھا، میں سندھی زبان جانتا نہیں مگر چڑ کی کو جانتا ہوں، دروچک (بلوچی میں)، چھوٹے

چوزے گھر کے سامنے پھر رہے تھے، ان کو دیکھ کر ان کے دل میں محبت پیدا ہو گئی اور یہ کہا :

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لَكَ مَا فِىۡ بَطۡنِىۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّىۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ (آل عمران/ 35)

ترجمہ: "جب عمران کی بیوی نے عرض کیا : اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے اس کی میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے (خاص تیرے لئے' دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا سو تو میری طرف سے (اس نذر کو) قبول فرما' بیشک تو بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

اس دور میں نذر و گفت اگر اولاد کی شکل میں ہوتا، تو اسے مسجدوں میں خدمت کے لیے وقف کرتے تھے۔ (مسجد اقصیٰ جو آج کل ظالموں کے قبضے میں ہے، دعاؤں کی ضرورت ہے، ہم لوگ دعا کریں اور مائیں بہنیں بھی دعا کریں کہ اللہ تعالی اسرائیل کو امریکہ سمیت تباہ و برباد کر دے، مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، مجاہدین کی حفاظت فرمائے۔)

جیسا کہ تبلیغی مرکز میں لوگوں کے جانے کا معمول ہے کہ جہاں پر لوگ چھ مہینے دیتے ہیں یا سال یا زندگی، ان کے لیے ایک مخصوص جگہ مقرر ہوتا ہے، جہاں وہ عبادت کرتے ہیں اور اوقات کے وقت وہاں سے نکلتے ہیں، تو اسی طرح کچھ بزرگوں نے بیت المقدس میں بھی اسی طرح کی نذر کر کے بیٹھے ہوئے تھے، تو ان بزرگوں نے زندگی وہاں مسجد میں گزاری، یہ دنیاوی کام کوئی نہیں کرتے تھے، بی بی صاحبہ نے بھی ایسی ہی ایک نذر مانی تھی۔

جب بچے کی پیدائش ہوئی تو وہ ایک بچی تھی :

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (آل عمران/ 36)

ترجمہ: "پھر جب اسے جنا تو کہا اے میرے رب میں نے تو وہ لڑکی جنی ہے، اور جو کچھ اس نے جنا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہوتا، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں"

۔

تو مریم علیہا السلام پریشان ہو گئی کہ اب اسے کیسے مسجد لے جاؤں؟ تو قرآن پاک میں ہے: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ، یعنی عام مرد اس عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، مجھے یہی بچی قبول ہے؛

شیر خواری کا زمانہ گزر گیا، بی بی نے ارادہ کیا کہ اس کو بیت المقدس کے مجاورین کے حوالے کر دوں، بی بی مریم کے باپ عمران تھے، جو امام تھے، اب ہر مجاور کی تمنا یہی تھی کہ اس بچی کی پرورش میں کروں کہ یہ ہمارے امام کی بچی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام اس دور میں اللہ تعالی کے نبی تھے، وہ بھی مسجد میں موجود تھے، جن کے گھر میں حضرت مریم علیہا السلام کی چچی تھیں، حقدار شرعا وہی تھے، کہ اپنی کفالت میں مریم کو رکھے، لیکن قرعہ اندازی کا فیصلہ ہوا، قرآن پاک میں ہے:

ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (آل عمران/ 44)

ترجمہ: "یہ غیب کی خبریں ہیں ہم بذریعہ وحی تمہیں اطلاع دیتے ہیں، اور تو ان کے پاس نہیں تھا، جب اپنا قلم ڈالنے لگے تھے کہ مریم کی کون پرورش کرے، اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب کہ وہ جھگڑتے تھے۔"

یعنی (مریم کی کفالت و نگرانی کا) فیصلہ یوں ہوا کہ جن قلموں سے تورات کو لکھا گیا ہے، انہیں بہتے پانی میں پھینک دیں، جس کا قلم پانی بہنے کی مخالف سمت میں جانے لگے، وہی شخص مریم کی پرورش کرے گا، سب مجاورین نے اپنے اپنے قلم پانی میں پھینک دیے، سب کے قلم پانی کی رو میں بہہ کر سمندر برد ہو گئے، لیکن زکریا علیہ السلام کا قلم بالائی جانب چلا گیا۔ چنانچہ وہ مریم کو رات کو اپنے گھر لے جاتا چچی کے پاس، دن کو مسجد میں ایک مخصوص جگہ بنایا ہوا تھا، اس میں لے آتا، قرآن پاک میں ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران/37)

ترجمہ: "پھر اسے اس کے رب نے اچھی طرح سے قبول کیا اور اسے اچھی طرح بڑھایا اور وہ زکریا کو سونپ دی، جب زکریا اس کے پاس حجرہ میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے کہتے اے مریم! تیرے پاس یہ چیز کہاں سے آئی ہے، وہ کہتی یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے، اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔"

" کلما دخل علیہا زکریا" میں کلما کا لفظ ہے، علماء بیٹھے ہوئے ہیں، جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے کمرے میں آتا تو دیکھتا کہ تازہ فروٹ وہ کھا رہی ہے، وہ فروٹ جو بازار اور

مارکیٹ میں اس وقت دستیاب نہیں، اس فروٹ کا موسم بھی نہیں، تو زکریا علیہ السلام بالکل حیران ہو جاتا، ایک دن پوچھنے لگا کہ :

مریم یہ کہاں سے تمہیں آتے ہیں، دروازہ تو ایسا بند ہے کہ کوئی کھول نہیں سکتا، یہ پھل تو اس موسم کے ہی نہیں، کہاں سے یہ پھل ملے؟ مریم علیہا السلام نے کہا کہ :

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِساب

اللہ تعالی جب رزق دیں کوئی حساب نہیں رکھتا، واضح رہے کہ حساب کا مطلب صرف یہ نہیں کہ بہت سے ٹرک (رزق کی) آئیں گی، بلکہ یہ بھی ہے کہ عقل عاجز ہے بغیر قیاس کے رزق دے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ سے توحید کا اثبات

زکریا علیہ السلام کی عمر بہت زیادہ ہو چکی تھی، تاریخی طور پر کہا جاتا ہے کہ 120 سال اس وقت ان کی عمر تھی، (بی بی مریم علیہا السلام کے ساتھ پھل فروٹ والا یہ ماجرا) دیکھ کر ان کے دل میں جذبہ پیدا ہو گیا کہ جو ذات بے موسم کے مریم کو میوے دے سکتا ہے تو مجھے بچہ کیوں نہیں دے سکتا؟

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران/38)

ترجمہ: "زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی، کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔"

زکریا علیہ السلام پیغمبر ہے، لیکن اللہ تعالی سے مانگ رہا ہے :

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ

کہ انہیں یقین ہے کہ اولاد دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے، قرآن یہ سب کچھ کیوں بیان کر رہا ہے؟ ہماری خاطر کہ (اچھی طرح سمجھو) دنیا کے اعلی درجہ کے غوث و قطب جمع ہو جائیں، کسی صحابی کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں۔ دنیا بھر کے صحابہ جمع ہو جائیں ،ایک نبی کا مقابلہ نہیں کر سکتے،

وہ نبی بھی مجھ اللہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں، مجھ سے ہی مانگتے ہیں اور ایک تم ہو کہ جہاں بھی کوئی ملبہ، ٹیلا (ڈھلوٌ) دیکھ لیا، بعض جگہ اس کے اندر قبر ہوتا ہے اور بعض جگہ نہیں بھی ہوتا، تب بھی اس سے مانگنا شروع ہو جاتے ہو۔ اور ایک جگہ ان کی دعا یوں نقل کی گئی ہے :

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (الانبیاء/ 89)

ترجمہ :اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا، اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔"

یعنی اے اللہ! اکیلا پن تجھے زیب دیتا ہے، دنیا ختم ہو جائے تو ہی وارث ہے اس کی، اے اللہ! میری ہڈیاں کمزور ہیں، ان میں گنجائش نہیں ہے، بال ایسے سفید ہیں کہ چمک رہے

ہیں، لیکن میں بدبخت نہیں بنوں گا، بدبخت وہی ہے جو تجھے اس حال میں نہ پکارے، میں تو صرف آپ سے ہی مانگ رہاہوں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا (مریم / 4)

عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے (بوڑھا ہو گیا ہوں) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا (5) یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ﳓ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا (مریم / 6)

اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرما دے۔ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنا دے۔ انبیاء علیہم السلام کی میراث نہیں ہوتی،

(یہاں پر جو تفسیری آراء کا اختلاف ہے، وہ یہاں بیان کرنے کا مسئلہ نہیں اور مولوی آنکھوں کے کنارے سے مجھے گھور رہے ہیں، دیکھ لیں، کوئی بات نہیں، لیکن یہاں بیان نہیں ہو گا۔)

اللہ نے دعا قبول کی، فرمایا:

یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (مریم / 7)

اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔"

یہ سن کر زکریا علیہ السلام حیران ہو گئے

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا(مریم / 8)

"عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہو گا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں"۔

اب زکریا علیہ السلام حیران ہو گیا، اے اللہ! بچہ دو گے ؟ کسی زمانے میں ایک تفسیر میں نظر سے یہ بات گزر گئی تھی کہ جب مانگ رہے تھے تو حیران نہ ہوئے، اب جب قبول ہو گیا تو حیران ہو گئے، اگر اس عمر میں اولاد ہونا عجیب بات ہے، تو مانگا پھر کیوں ؟ سمجھ رہے ہونا ؟ کہنے لگا اولاد کیسے ہو گی ؟

[اس موقع پر مفتی صاحب نے پروگرام کے اسٹیج سیکرٹری کو کہا جب وقت پورا ہو جائے تو اطلاع دینے کے لیے ہاتھ لگانا، پھر اندھے کی دعوت والا لطیفہ سنایا تو مجلس کشت زعفران بن گئی، پھر فرمایا کہ] آج آیا ہوں تو تمہاری طبیعت کو لگے نہ لگے، میں بیان کر کے رہوں گا، اللہ کے قرآن کریم کے بیان سے رحمتیں نازل ہوں گی، جمعہ کی مبارک ساعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے جواب میں کہا:

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَیْــٴًـا (مریم /9)

فرمایا: "ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔"

یعنی اسی طرح ہو گا، کیوں حیران ہو زکریا؟ حضرت یحییٰ کو وہی پیدا کرے گا، جس نے زکریا کو پیدا کیا، تو تم موجود ہی نہ تھے، تو کیسے پیدا کیا؟

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا(مریم / 10

عرض کی: "اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کر سکوگے۔"

مطلب یہ تھا کہ یا اللہ کوئی علامت نشانی بتلائیں کہ مجھے خبر چلے کہ حمل ٹھہر گئی ہے، (زھگ بُن کَپتہ)

(ذرا دیکھو تو سہی مسلمانو! کہ) اپنی بیوی کی حالت کی خبر نہیں ہے نبی کو،

میں قرآن پڑھ رہا ہوں، (انت انت بادشاہ ہے) کوئی بادشاہ تھا، اس طرح کے قصے میں نہیں جانتا، میرا ایہی ہے، بعد میں پتہ نہیں میں زندہ رہوں گا کہ نہیں، دوبارہ اس مسجد میں آنا ہوگا کہ نہیں، اتنا عرصہ یہاں آنے کا موقع نہیں ملا تھا، زیادہ سے زیادہ تم یہ کہوگے کہ گم کرو اس مُلا کو۔

الغرض زکریا علیہ السلام نے مطالبہ کیا کہ کوئی نشانی اور علامت بتائیں، تو بتایا گیا کہ نشانی یہ ہے کہ جب تم گنگ بن جاؤ، بات نہ کر سکو، تو سمجھ لینا کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔ تورات چاہو تو پڑھ سکوگے، زبور اور ذکر و اذکار وغیرہ پڑھ سکتے ہو، مگر بات نہیں کر سکوگے اور مقتدی و امتی بھی اسی فکر میں تھے کہ حضرت کو اللہ ایسی اولاد عطا فرمائے کہ بعد میں منصب سنبھالے، دین کا کام آگے لے جائے۔

چنانچہ ایک دن زکریا علیہ السلام بات نہ کر سکے اور اشارہ کر کے نکل گیا کہ اللہ نے میرے ساتھ جو قول و قرار کیا تھا، وہ پورا ہونے والا ہے، تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سب

چیزیں اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہیں،(دیکھ لو یہ نبی ہو کر بھی اپنے لئے اولاد اللہ تعالیٰ سے مانگ رہاہے اور ایک آج کا مسلمان ہے کہ جو اولاد کسی قبر کے مردے سے مانگ رہاہے)

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

نوح علیہ السلام نے 950سال قوم کو تبلیغ کی، اپنی عمر زیادہ تھی، یہ صرف تبلیغ کی مدت ہے، جسے قرآن نے بیان کیاہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (نوح/ 14)

ترجمہ: "اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس بھیجا تھا، چنانچہ پچاس کم ایک ہزار سال تک وہ اُن کے درمیان رہے، پھر اُن کو طوفان نے آ پکڑا، اور وہ ظالم لوگ تھے"۔

(نو سو پچاس سال دعوت دی اور قوم ایمان نہ لائی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی واضح طور پر انہیں بتایا گیا) کہ :

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

ترجمہ: "اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہ: " تمہاری قوم میں سے جو لوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں، اُن کے سوا اب کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ لہٰذا جو حرکتیں یہ لوگ کرتے رہے ہیں، تم اُن پر صدمہ نہ کرو"

(تو اس اعلان کے بعد)نوح علیہ السلام نے دعا کی :

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (نوح/2.(5

ترجمہ: "اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ"۔
یعنی اے اللہ جب یہ ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں تباہ وبرباد کردیں۔
تو اللہ تعالی نے حکم دیا

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ (هود/37)

ترجمہ: "اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر، بے شک وہ غرق کیے جائیں گے۔"

ہماری رہنمائی کے مطابق کشتی تیار کرلو، اور سیلاب وطوفان شروع ہو گیا)

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ (هود/40)

"یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور (سیلاب) نے جوش مارا، ہم نے کہا کشتی میں ہر قسم کے جوڑے نر مادہ چڑھالے اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ (نہیں بٹھاؤ) جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے اور سب ایمان والوں کو (بھی بٹھالو)، اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت کم لائے تھے۔"

کشتی کے تین طبقے بن گئے، حکم ملا کہ اوپر ان لوگوں کو سوار کرو، جو ایمان لانے والے مسلمان ہیں، اپنے خاندان کو اہل و عیال کو سوائے اپنی بیوی کے کہ وہ غرق ہو گی، (گرک مکرانی لفظ ہے، ہماری نہیں ہے، مولوی (محمود خارانی) صاحب چونکہ مکران میں زیادہ رہا ہے، میری اس جانب بیٹھے ہیں، اس لیے گرک بولا)

حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے ہیں: حام، سام، یافث، کنعان؛ پہلے تین مسلمان ہو گئے تھے، کنعان مسلمان نہ ہوا، نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہیں، ابوالبشر ثانی کہتے ہیں۔ طوفان آگیا، سب غرق ہو گئے، جتنے مسلمان بچ گئے تھے، چار پانچ یا 40 یا زیادہ جو تاریخی طور پر ثابت ہے، یہ سب بغیر اولاد کے بعد میں ویسے وفات پا گئے، بعد کی نسل انسانی کا سلسلہ نوح علیہ السلام کے ان تین بیٹوں سے چلا ہے، چونکہ دوبارہ نسل انسانی کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوا، اسی لیے انہیں آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ طوفان کا سلسلہ اس طرح ہوا کہ زمین سے چشمے ابلنے لگے اور اوپر سے بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا، تفصیل میں نہیں جاتا، قرآن کریم میں ہے :

وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ (ھود/ 42)

ترجمہ: "اور وہ انہیں پہاڑ جیسی لہروں میں لیے جارہی تھی، اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ کنارے پر تھا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔"

اب کشتی میں بیٹھے ہوئے ہیں، کشتی پانی میں چل رہا ہے، پدری شفقت غالب آگئی، طوفان شدید ہوتا گیا، تو نوح علیہ السلام نے دور کھڑے بیٹے کو دیکھ کر کہا: "کلمہ پڑھ کر سوار ہو جا ہمارے ساتھ" ۔ چونکہ مشرک کی توجہ ہمیشہ اسباب کی طرف جاتی ہے، اس لئے بیٹے نے کہا :

قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ (ھود/ 43)

ترجمہ: "کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا، کہا آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہی رحم کرے، اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی پھر ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔"

یعنی پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا، (بطور مثال کہ) پر ان (نامی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، طوفان اس سے بھی بڑا ہے) چار کوہان پر، (اس سے بھی بڑا ہے) راسکوہ پر (چڑھ جاؤں گا) ۔ ارے بدبخت! تم اکیلا بچ جاؤ تو کس کام آؤ گے؟ اللہ تعالی نے چونکہ پہلے بتادیا تھا کہ :

وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ (ھود/37)

یعنی: ظالموں اور کافروں کی خاطر سفارش نہ کریں، وہ سب غرق ہو جائیں گے۔

مگر نوح علیہ السلام نے سمجھا تھا کہ میرے بیٹے کے لیے تو اجازت ہے، دوسروں کے لیے منع کیا ہوا ہے سفارش سے، باپ بیٹے اسی بات میں تھے کہ طوفان نے اٹھا دیا کنعان کو، اور طوفان میں غرق ہو گیا۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ (ھود / 45)

ترجمہ: "اور نوح نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔"

اے اللہ یہ میرا بیٹا غرق ہو گیا اور آپ نے کہا تھا کہ اپنے اہل و خاندان کو سوار کرو، جواب آ گیا :

قَالَ یَا نُوحُ اِنَّہ لَیْسَ مِنْ اَھلِكَ اِنَّہ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّی اَعِظُكَ اَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاھِلِینَ (ھود/ 46)

ترجمہ: "فرمایا اے نوح! وہ تیرے گھروالوں میں سے نہیں ہے، کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں، سو مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھے علم نہیں، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں جاہلوں میں نہ ہو جاؤ۔"

یعنی یہ کنعان تیرا خاندان اور تیری اولاد نہیں ہے، بیوی تو کافر تھی مگر بدکار تھی کیا؟ ہرگز نہیں! بیٹے کے اعمال تو تم جیسے نہیں ہے، مشرک ہے، لہذا یہ غرق ہوگا، اس کے لئے دعا نہ کرو۔

جھوٹے قصے بیان کیے جاتے ہیں، شیخ عبد القادر جیلانی نے کتنا عرصہ بعد اپنا پاؤں یوں اٹھا دیا اور کشتی کو بندوں کے ساتھ سمندر میں غرق ہونے سے بچالیا،

(حاضرین مجلس سے کہا) سنا ہے تم نے ایسے قصے؟

تم کہو گے: ہم نے خود اسی طرح کے قصے بیان کیے ہیں، سننا تو کیا!

یہ نوح علیہ السلام پیغمبر اور نبی ہیں، (لیکن اپنی بے بسی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرتے ہیں (کہ میرے بچے کو بچالے، لیکن بجائے ماننے اور بچانے کے) اللہ انہیں تنبیہ کرتے ہیں کہ تجھ جیسا عمل اس کے پاس نہیں، (اس خداوندی تنبیہ سے ڈر کر) نوح علیہ السلام دعا کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَبِّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ اَنْ اَسْأَلَكَ مَا لَیْسَ لِی بِہٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِی وَتَرْحَمْنِی اَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِینَ (ھود/47)

"کہا اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ بات پوچھوں جو مجھے معلوم نہیں، اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان والوں میں ہو جاؤں گا۔"

یعنی اے اللہ مجھے آئندہ ایسا سوال کرنے سے بچا لیں، جو تیری ناراضگی کا سبب بن جائے، معلوم ہوا مشکل کشا اور حاجت روا صرف اللہ ہے۔

نیک اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان کامل شرط اولین ہے

جمعہ کا ثواب ہو، صدقہ و خیرات کا ثواب ہو، نماز کا ہو، روزے کا ہو، حج عمرے کا ہو، شرط سب میں یہی ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت میں کسی کو شریک نہ کرو، شرط یہی ہے کہ زندگی سنت کے مطابق گزارو، شرک و بدعت کے مطابق نہ ہو، ورنہ اللہ تعالی ایسے اعمال قبول نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کی روایت ہے چھٹے صفحے پر کہ:

(عَنْ حُذَيْفَةَ (رض) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ﷺ) لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلاَ صَلاَةً وَلاَ صَدَقَةً وَلاَ حَجًّا وَلاَ عُمْرَةً وَلاَ جِهَادًا وَلاَ صَرْفًا وَلاَ عَدْلاً يَخْرُجُ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ) (رواہ ابن ماجہ : باب اجْتِنَابِ الْبِدَعِ وَالْجَدَلِ ، قال الالبانی صحیح)

" حضرت حذیفہ (رض) سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا روزہ، نماز، حج، عمرہ، جہاد، اور کوئی چھوٹی بڑی نیکی قبول نہیں کرتا۔

ایسا شخص اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے"

یعنی نماز، روزہ، حج، صدقہ، حج و عمرہ قبول نہیں ہوں گے، جب بدعت کا راستہ اپناؤ گے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اور آپ اپنا عقیدہ مضبوط کریں، جتنا بھی عمل کریں گے وہ محفوظ رہیں گے، ورنہ شرک و بدعت تمام اعمال کو ختم کر دیتی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۞ (الفرقان/23)

"انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کئے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے" ۔

قیامت کے دن اللہ تعالی فیصلہ کے لیے متوجہ ہوتے ہیں، تو سامنے اعمال کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوتا ہے کسی بندے کا، وہ سب گرد و غبار کی طرح اڑ جائیں گے، سورہ نور میں فرمایا :

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (النور/ 39)

"اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا، اور اُس کے پاس اللہ کو پاتا ہے، چنانچہ اللہ اُس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔ اور اللہ بہت جلدی حساب لے لیتا ہے"

۔

سراب گولاپک کو کہتے ہیں، تم میدانی علاقے والے اچھی طرح جانتے ہو، گرمی کے موسم میں چٹیل میدان میں دور پانی نظر آرہاہوتا ہے، لیکن اصل میں وہ پانی نہیں ہوتا، اس کے اگر تعاقب میں جاؤگے تو پیاسے مر جاؤ گے۔ اسی مناسبت سے فرمایا: شرک و بدعت کے ساتھ نیک عمل کی مثال ایسی سراب کی ہے، جنہیں اس نے بڑا اچھا عمل سمجھا ہے، مگر حقیقت میں سراب کی طرح وہاں کچھ بھی نہیں۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالی کی صفات میں کسی کو شریک نہ کریں، الحمدللہ جمعہ کا بابرکت سلسلہ شروع ہوا ہے اور اللہ اور رسول کی باتیں سامنے آئیں گی، تو مزید فائدہ ملتاجائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا فرمان ہے :

وَلَقَدۡ جَاۤءَتۡ رُسُلُنَاۤ إِبۡرَ ٰهِیمَ بِٱلۡبُشۡرَىٰ قَالُوا۟ سَلَـٰمࣰاۖ قَالَ سَلَـٰمࣱۖ فَمَا لَبِثَ أَن جَاۤءَ بِعِجۡلٍ حَنِیذࣲ

(ھود/69)

"اور ہمارے فرشتے (انسانی شکل میں) ابراہیم کے پاس (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی سلام کہا، پھر ابراہیم کو کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ وہ (ان کی مہمانی کیلئے) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے" ۔

(اس موقع پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ) : میں حافظ نہیں ہوں، آنکھیں کھلی ہیں، اگرچہ کمزور ہیں، میں چونکہ بوڑھا ہوں، سنا ہوا ہے کہ پرانے زمانے میں کوئی سفر پہ نکلتا، تو اس کے

چادر کے پلو میں تھوڑا آٹا باندھ لیا کرتے تھے، جس کے گھر میں وہ جا کر سفر کے دوران ٹھہر جاتا، تو وہ اسی آٹے سے اس کے لیے روٹی پکا کر دے دیتے، اس سے پہلے مہمان نوازی کا رواج نہ تھا، مہمان نوازی ابراہیم علیہ السلام کے دور سے شروع ہوئی۔ آپ علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے، آپ نے انہیں نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں، انہوں نے سلام کیا، آپ نے جواب دیا، فورا جا کر ایک بچھڑے کو ذبح کیا، (گُڈّاِت شہروں کے لوگ اور آپ بھی شہری ہیں، آج کل بلوچی میں کہتے ہیں : گوک ءَ را کُشت، گوک ءَ گُڈّنت، نہ کُش اَنت،) اس کی کھال اتار دی، ہماری ماں سارہ کو بولا: (جلدی ایشان بِرتج)، جلدی ان کو پکالیں، جیسے ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں: کڑائی بنالو .

بی بی صاحبہ کو بھی پتہ نہیں کہ یہ فرشتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام (کو بھی، حالانکہ مقام و مرتبہ دیکھیں تو)وہ نبی ہیں، جن کی نسل سے 4 ہزار کے لگ بھگ انبیاء کرام تشریف لائے، دونوں کو خبر نہیں کہ مہمان اصل میں فرشتے ہیں، چنانچہ کھانا تیار کر کے لایا اور پیش کیا لیکن وہ نہیں کھارہے ہیں،

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً‌ ؕ (ھود / 70)

ترجمہ: "پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے" ۔

پوچھا کہ تم کیوں نہیں کھارہے ہو قران کے الفاظ تو اسی حد تک ہیں، مگر مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: "ہم بغیر قیمت دیے کسی کا مال نہیں کھاتے ہیں" ، ابراہیم علیہ

السلام نے کہا: " بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور کھانا شروع کرو، جب کھانا ختم کر لو تو الحمد للہ کہو، یہی قیمت ہے اس کھانے کی" ۔

جبرائیل نے اپنے دوست فرشتوں سے کہا کہ: " دیکھو اسی وجہ سے تو اللہ تعالی نے اس کو اپنا خلیل بنایا ہوا، کیسی قیمت لگائی اس نے کھانے کی، "

(ان کے نہ کھانے پر ابراہیم علیہ السلام کے خوف کی وجہ یہ تھی کہ) اس دور میں دستور یہی تھا کہ اگر کہیں دشمنی اور قتل وغارت گری کے لیے جانا ہو تو جس کے گھر میں پانی پیتا، اس پر حملہ نہ کرتے کہ یہ نمک حرامی ہو گی، اس کا خوراک ہم نے کھایا ہے، کیسے اسے ماریں؟

ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ کھانا نہیں کھا رہے ہیں، تو ابراہیم علیہ السلام سوچ میں پڑ گیا کہ کہیں یہ بھی کسی غلط ارادے سے تو نہیں آئے ہوئے ہیں؟ گوشت تیار سامنے پڑے ہیں، کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا، " نکرھم " ان لوگوں کو اجنبی جان لیا، خوف اس کے دل میں پیدا ہوا۔ فرشتوں نے کہا:

قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۞ (ھود / 70) غیب دان چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، خلیل اللہ علیہ السلام کو (اگر معلوم ہوتا کہ فرشتے ہیں تو) کیا ضرورت تھی ان کے لیے بچھڑا ذبح کرنے کی اور بی بی سارہ کو کھانا پکا لینے کی اور اس ڈر اور خوف کی کیا ضرورت تھی؟

فرشتوں نے کہا: " ڈرو مت، ہم قوم لوط کی تباہی کے لیے بھیجے گئے ہیں " ۔

لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، تفصیلی واقعہ بعد میں کبھی علماء کرام تمہارے لیے بیان کریں گے۔ جب ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے وہاں سے نکل گئے

تو صرف سارہ علیہا السلام اور لوط علیہ السلام مسلمان ہو چکے تھے، اس دوران کوئی اور مسلمان نہیں ہوا تھا، اب یہ فرشتے اسی لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے لیے بھیجے گئے تھے، فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ اللہ تعالی نے ہمیں کہا ہے کہ جاتے ہوئے ادھر ابراہیم علیہ السلام کو بھی اولاد کی خوشخبری سنادو۔

وَامْرَاَتُه قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ (ھود/ 71)

"اور اس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے اسے اسحاق کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی، اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔"

پہلے اسماعیل علیہ السلام ہاجرہ سے پیدا ہوا تھا، جو 13 سال اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے، بی بی سارہ پہلے پردہ کے پیچھے تھی، یہ بات سن کر باہر نکل گئی اور حیران ہو گئی:

قَالَتْ يَا وَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ (ھود/72)

"وہ بولی اے افسوس کیا میں بوڑھی ہو کر جنوں گی اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے، یہ تو ایک عجیب بات ہے۔"

یعنی جیسے عورتیں بولتی ہیں کہ: " مَن نوں پہ کئی بختا" میں اب کس کی نصیب سے بچہ پیدا کر سکوں گی، سورہ ذاریات میں ہے: " فَصَكَّتْ وَجْهَهَا " ، جیسے عورتیں پیشانی پر ہاتھ مارتی ہیں اسی طرح مار کر کہا کہ میں اس بڑھاپے میں کیسے بچہ جن سکتی ہوں؟ میں تو بالکل بڈھی ہوں اور میرا شوہر بھی بہت بوڑھے ہیں کیسی خوشخبری ہمیں سنا رہے ہو؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ :

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ (ھود/ 73)

"انہوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے، تم پر اے گھر والو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک وہ تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔"

یعنی بچہ وہی دے گا، جس نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار و باغ بنا دیا تھا، ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تھا، جس ذات نے آگ کو گلزار بنایا تھا، اسے قدرت حاصل ہے کہ اسی بڑھاپے میں ابراہیم علیہ السلام کو اولاد بھی عطا کرے۔ (اب چونکہ) خوف کا ماحول ختم ہو چکا تھا، اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے اب فرشتوں سے بحث شروع کی کہ:

فَلَمَّا ذَہَبَ عَنۡ اِبۡرٰہِیۡمَ الرَّوۡعُ وَجَآءَتۡہُ الۡبُشۡرٰی یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ (ھود/ 74)

"پھر جب ابراہیم سے ڈر جاتا رہا اور اسے خوشخبری آئی تو ہم سے قوم لوط کے حق میں جھگڑنے لگا۔"

کہ تم کیسے اس قوم کی تباہی کے لیے جاتے ہو، جس میں لوط علیہ السلام موجود ہے؟

اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاہٌ مُّنِیۡبٌ (ھود/75)

"بے شک ابراہیم بردبار نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔"

(یہاں یہ آیت کسی دوست سے پوچھا، وہ جواب نہیں دے سکا، تو مفتی صاحب نے فرمایا: رمضان کو عرصہ ہوا گزر چکا ہے، اس لیے اب آپ ملامت نہیں ہیں)

حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات

(اللہ تعالیٰ نے انہی فرشتوں کی لوط علیہ السلام کے پاس آمد اور اس کے بعد کے احوال کا تذکرہ یوں کیا ہے)

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (ھود/77)

ترجمہ: "اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس پہنچے تو ان کے آنے سے غمگین ہوا اور دل میں تنگ ہوا اور کہا آج کا دن بڑا سخت ہے۔"

فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس گئے، جس کی دو لڑکیاں تھیں، اس علاقے کو سدوم کہتے ہیں، قوم بھی سدوم کہلاتی ہے دریا کا نام بھی سدوم تھا، لوط علیہ السلام اسی دریا کی طرف باہر نکلا ہوا تھا، فرشتے ان کے پاس پہنچ گئے، حسین نوجوانوں کی شکل میں بڑے خوبرو تھے، وہ قوم چونکہ بدکردار تھی۔

(یہاں پر نہ جانے کس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا) : مولوی صاحب اپنے دل میں کہے گا کہ میں نے اپنے آپ کو کس طرح کے مُلا کے ساتھ پھنسا دیا ہے، دوسرے علماء وعظ و نصیحت کرتے ہیں، یہ تو اپنی یا سین پکا کر رہا ہے۔ کیا خیال ہے بس کروں؟ ہاں!)

سیئت بہم ای بمجیئھم "یعنی ان کے آنے سے لوط علیہ السلام بہت پریشان ہو گیا، دل میں ایک قسم کی تنگی پیدا ہو گئی کہ یا اللہ میں تنہا اور اکیلا ہوں، ان مہمانوں کی عزت کی حفاظت میں کیسے کروں؟ قوم کی اخلاقی حالت بد ہے۔ اللہ کا حکم یہی تھا کہ جب پیغمبر سے

قوم کی شکایت مل جائے ،تو اسے تباہ برباد کر دیں، ورنہ تباہ نہ کرو۔ اب لوط علیہ السلام فرشتوں کو یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تم لوگ میرے ساتھ گھر نہ آؤ، نبی کی شان کے خلاف ہے کہ مہمان کو منع کر دے، صرف اتنا کہہ رہا ہے کہ قوم کی حالت بہت خراب ہے، گھر جب پہنچ گئے، تو لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔

وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ (هود/78)

"اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی، اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے، کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاک ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے ذلیل نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں۔"

لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر کے باہر نکلا اور ان کو کہا کہ :

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي

تم یہاں آکر ان کی عزت پر حملہ کرتے ہو یہ اگر واپس اپنے علاقے میں جائیں تو کیا کہیں گے کہ نبی کے گھر میں ہماری عزت لوٹ لی گئی تھی۔

أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ

ایک سمجھدار بندہ بھی تمہارے اندر موجود نہیں؟ لوگ کہنے لگے: انہیں ہمارے حوالے کیجئے، زیادہ بات نہ کریں لوط علیہ السلام کہتے ہیں :

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ (هود/80)

"کہا: کاش کہ مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کی پناہ جا لیتا۔"

یعنی کاش کہ میری قوت وطاقت ہوتی تو تمہیں میں ختم کر دیتا، اگر کوئی بڑا قبیلہ میرے پاس ہوتا، تو سب کو میں ان مہمانوں کی عزت پر قربان کر دیتا۔لوط علیہ السلام کی یہ پریشانی دیکھ کر جبرائیل علیہ السلام باہر نکل آیا اور کہا ہماری باری تو بعد میں آئے گی، اپنے پر کو نکال کر ان پر ایسا پھیر دیا کہ کچھ لوگ اندھے ہوگئے، کچھ لنگڑے، کچھ بھاگ گئے۔(تو اس واقعے سے بھی ثابت یہی ہوا کہ علم غیب صرف اللہ کے پاس ہے جیسے کہ لوط علیہ السلام کو خبر نہ تھی کہ یہ فرشتے ہیں، نیز تمام قدرت واختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، نبی باوجود رفعت شان کے کچھ بھی نہیں کر سکتا، اپنے مہمانوں کی عزت کے تحفظ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے محتاج ہے) ۔ دعایہی ہے کہ اللہ تعالی ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

کلی پُر پیٹ میں نماز جمعہ کا آغاز

غالباً تین ہفتے پہلے مدرسہ فاروقیہ خاران کے مہتمم مولانا ہدایت اللہ صاحب کی تحریک پر کلی پر پیٹ جانا ہوا، جو شہر خاران سے جنوب کی طرف لگ بھگ پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے

پر واقع ہے، مفتی عباد الرحمٰن صاحب نے جگہ اور محلہ کا جائزہ لیکر جمعہ شروع کرنے کی تجویز منظور کی۔

اس موقع پر امام مسجد مولانا محمد عمر صاحب کی دعوت پر علاقہ کے ذمہ داراں اور معتبرین کی بڑی تعداد موجود تھی، ان کا ذوق و دینی جذبہ ہمارے لئے خوشگوار حیرت کا باعث تھا، اسے دیکھ کر ان سے مختصر خطاب بھی کرنا پڑا، اور 20 اکتوبر 2023ء کی تاریخ جمعہ کے افتتاح کے لئے طے ہوا۔

چنانچہ اسی سلسلے میں آج 20 اکتوبر 2023ء کو دوبارہ پر پیٹ میں حاضری ہوئی، اور حضرت مولانا مفتی عبد الغفار صاحب کی سرپرستی میں جمعہ کی نماز کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ پروگرام کی نظامت مفتی عباد الرحمٰن صاحب نے سنبھالی، پہلے مجھے خطاب کی دعوت دی، بعد میں حضرت مفتی صاحب نے مفصل خطاب فرمایا اور خطبہ و نماز مولانا ہدایت اللہ صاحب نے پڑھائی ۔ اس مبارک موقع پر درج ذیل علماء کرام بھی تشریف فرما تھے: مولانا عنایت اللہ بارانزئی صاحب، مولانا عبد الحمید صاحب، مولانا اکرام اللہ صاحب، حافظ محمد شعیب صاحب وغیرہ ، نماز کے بعد سارے مجمع کے لئے شاندار ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہاں جمعہ کے قیام کے اصل محرک مولانا ہدایت اللہ صاحب ہیں، جن کی فکر مندی اور مسلسل رابطوں کے نتیجے میں یہ کار خیر انجام پذیر ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے اس مبارک سلسلے کو اہل علاقہ کے لئے باعث ہدایت فرمائے آمین۔

محمود خارانی